

مقرر بان الہی کی سرخر وئی

روح کافر گری کے ابتلاء میں

طابع و ناشر

دوست محمد شاہد

ربوہ

مقر بان الہی کی سرخروئی

روح کافر گری کے ابتلاء میں

۲۹۷۵۸۷

۲-۷۵

۲۹۷۵۸۷

۲-۷۵

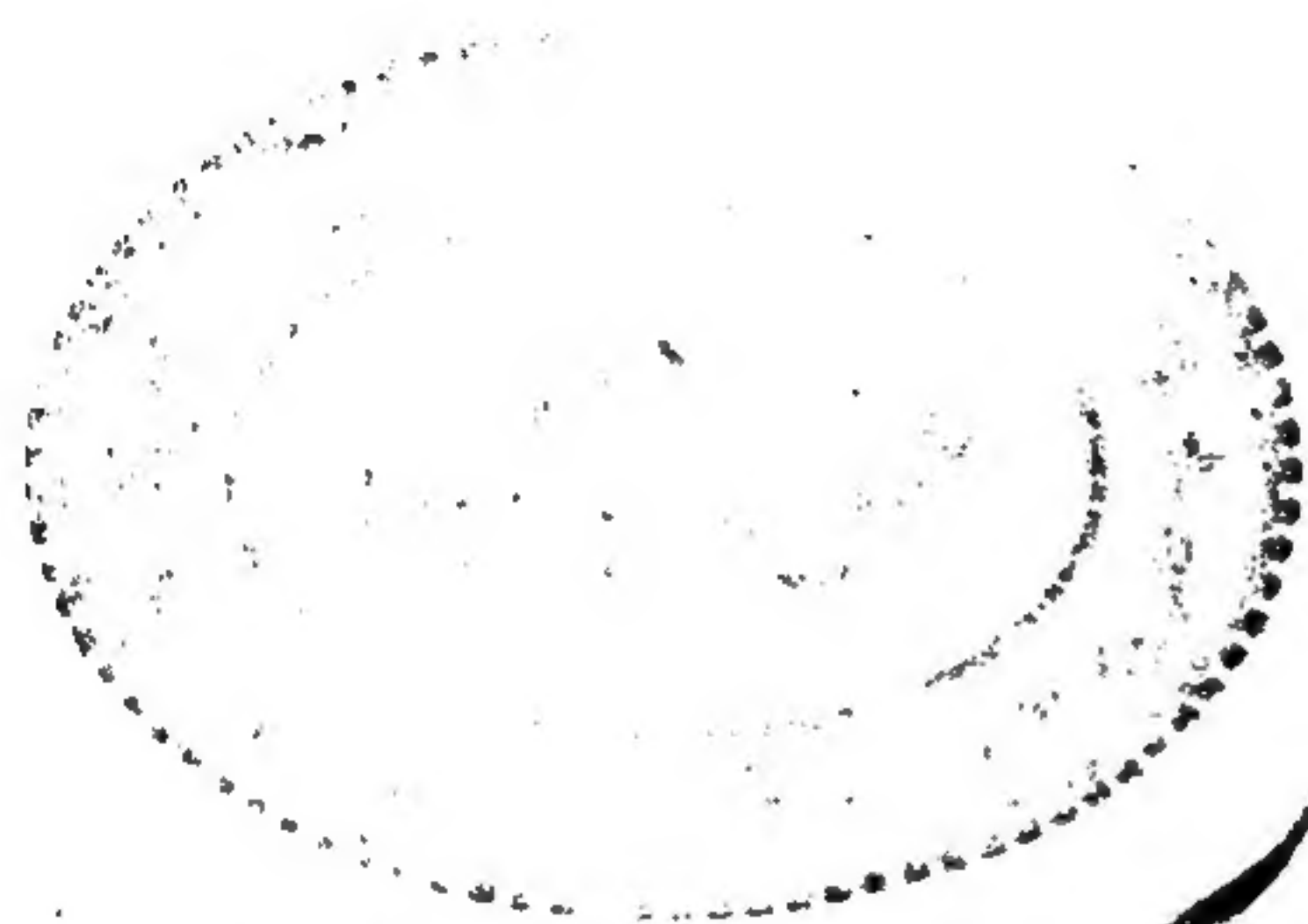


طابع و ناشر

دوست محمد شاہد

ربوہ

عطا اللہ علی



مَقَرِّبانِ الہی کی سُرخروئی

روحِ کافر گری کے استلاؤں میں

ناوک نے تیرے عید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قہر نہ نما اُتھانے میں

67450
7/3/54

فہرست

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷	دیباچہ	۱
۱۱	پہلی صدی ہجری:	
۱۱	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	۲
۱۲	سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام۔	۳
۱۳	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۴
۱۴	دوسری صدی ہجری:	
۱۴	حضرت جنید بغدادیؒ	۵
۱۴	حضرت محمد الفقیہؒ	۶
۱۵	حضرت امام ابو حنیفہؒ	۷
۱۶	حضرت امام مالک بن انسؒ	۸
۱۷	حضرت امام شافعیؒ	۹
۱۷	تیسری صدی ہجری:	
۱۷	حضرت امام بخاریؒ	۱۰
۱۸	حضرت ذوالنون مصریؒ	۱۱
۱۸	حضرت سہل تستریؒ	۱۲
۱۹	حضرت احمد راوندیؒ	۱۳
۱۹	حضرت ابوسعید خرازیؒ	۱۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	حضرت امام احمد بن حنبلؒ	۱۹
۱۶	حضرت امام نسائیؒ	۲۰
۱۷	حضرت ابن حبانؒ	۲۱
۱۸	حضرت ابو العباس بن عطاءؒ	۲۱
۱۹	حضرت ابو الحسن النوریؒ	۲۱
	چوتھی صدی ہجری :	۲۲
۲۰	حضرت منصور حلاجؒ	۲۲
۲۱	حضرت شیخ ابو الحسن اشعریؒ	۲۳
۲۲	حضرت ابو بکر شبلیؒ	۲۴
۲۳	حضرت ابو عثمان مغربیؒ	۲۴
	پانچویں صدی ہجری :	۲۴
۲۴	حضرت امام غزالیؒ	۲۴
۲۵	حضرت امام ابن حزمؒ	۲۷
	چھٹی صدی ہجری :	۲۸
۲۶	حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸
۲۷	حضرت فرید الدین عطارؒ	۲۸
۲۸	حضرت علامہ ابن رشتہؒ	۲۹
۲۹	حضرت صوفی شعیب بن الحسن المغربيؒ	۳۰
۳۰	حضرت محی الدین ابن عربیؒ	۳۰
۳۱	شیخ الاشراف حضرت شہاب الدین سہروردیؒ	۳۱
	ساتویں صدی ہجری :	۳۲
۳۲	حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ	۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳	حضرت شیخ عز الدین عبد العزیزؒ	۳۲
۳۴	حضرت نظام الدین اولیاءؒ	۳۲
۳۵	حضرت امام ابن تیمیہؒ	۳۲
۳۶	حضرت شمس تبریزؒ	۳۵
۳۷	حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ	۳۵
	آٹھویں صدی ہجری:	۳۵
۳۸	حضرت امام ابن قیمؒ	۳۵
۳۹	حضرت تاج الدین سبکیؒ	۳۶
	نویں صدی ہجری:	۳۶
۴۰	حضرت مولانا عبد الرحمن جامیؒ	۳۶
۴۱	حضرت سید محمد جوہر پوریؒ	۳۶
۴۲	حضرت شیخ علائیؒ	۳۷
	دسویں صدی ہجری:	۳۸
۴۳	حضرت احمد بہاریؒ	۳۸
۴۴	حضرت صوفی بابزید سرحدیؒ	۳۸
	گیارہویں صدی ہجری:	۳۸
۴۵	حضرت مجدد الف ثانیؒ	۳۸
۴۶	حضرت سرمدؒ	۳۹
۴۷	حضرت محمد بن ابراہیم شیرازیؒ	۴۰
	بارہویں صدی ہجری:	۴۰
۴۸	حضرت معصوم علی شاہ میرؒ	۴۰
۴۹	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۴۱

نمبر شمار	مضمون	صفحه
۵۰	حضرت مرزا منظر جان جاناںؒ	۴۲
۵۱	حضرت محمد بن عبد الوہابؒ	۴۲
	تیرھویں صدی ہجری:	۴۳
۵۲	حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ	۴۴
۵۳	حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ	۴۴
۵۴	حضرت مولوی عبداللہ غزنویؒ	۴۴
۵۵	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ	۴۴
۵۶	خاتمہ کلام	۴۶



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ——— نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

وِیساچہ

خداوند تعالیٰ کے محبوبوں، مقربوں اور مقدسوں کو ہمیشہ امتحان اور ابتلاء میں ڈالا جاتا ہے تاکہ دنیا پر ثابت ہو کہ ہر قسم کے مصائب اور مشکلات کے باوجود وہ اپنے دعویٰ محبتِ الہی میں کیسے ثابت قدم نکلے اور مصائب کے زلزلے اور حوادث کی آندھیاں اور قوموں کا ہنسی ٹھٹھا کرنا اور دنیا کی ان سے سخت کراہت اُن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش پیدا نہ کر سکی۔

صادق آلِ باشد کہ ایامِ بلا
مے گزارد با محبتِ باوفا

چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

”ابتلاء جو اوائلِ حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں اُن کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کر کے اُن کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلاء اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ اُنکو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحہ عالم سے اُن کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزوجل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے پیچھے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیرِ تبر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اسلئے نازل ہوتا ہے کہ تا اُس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الہی معارف کے باریک دقیقے اُن کو سکھاوے یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدایتا

اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے زبور میں حضرت داؤد کی
ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش
کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تصرعات اسی عادت اللہ پر وال ہیں اور قرآن
مشریف اور احادیث نبویہ میں جناب نحر المرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتلائیات
اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء
اور اولیاء اُن مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پاسکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے اُنہوں نے
پائے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت
پر مہر لگادی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا
استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں
چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور
وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور
اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسہ
تھا کچھ مدت تک منہ چھپالیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مرتبہ عادت کو بہ یکبارگی کچھ
ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا اُنہیں تنگی و تکلیف میں
چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مور و غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ
گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور ان کے ابتلاؤں
کا سلسلہ بہت طویل کھینچ گیا ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے
پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت
و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں پر وہ اپنے
پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور مست اور دل شکستہ نہ ہوئے
بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار اُن پر پڑتا گیا اتنا ہی اُنہوں نے آگے قدم بڑھایا
اور جس قدر وہ توڑے گئے اُسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر اُنہیں
مشکلاتِ راہ کا خوف دلایا گیا اُسی قدر اُن کی ہمت بلند اور اُن کی شجاعت

ذاتی جوش میں آتی گئی رہا آخر وہ اُن تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حجاب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوتِ ایمانی اُن آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اُس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں بالخصوص اُن محبوبانِ الہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ اُن کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودہ پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔

(سبز اشتہار صفحہ ۱۴۳)

حضرت اقدس علیہ السلام نے ابتلاء کے اس فلسفہ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے نہایت لطیف اور عارفانہ رنگ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

”لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکاتِ الہی

دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے جو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام اُن کے دلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات اُن کے مُونہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل اُن کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین اُن کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اُن کے وجودوں کو ہاؤن مصائب میں پسیا جائے اور سخت شکنجوں میں دسے کر پھوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حُبِ الہی کے اور کچھ نہیں۔ دُنیا اُن سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات اُن سے خارقِ عادت ہیں اُنہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے اُنہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ اُن کی سُنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ اُن کو جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُنکی طرف دوڑتا ہے۔ وہ بالپوں سے زیادہ اُن سے پیارا کرتا ہے اور اُن کی درو دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اُس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر ایک میدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُس کے اور وہ اُن کا ہے۔

{ سُرْمِ چشمِ آریہ، حاشیہ ص ۲۳، ۲۴ بار سوم }
{ تصنیف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ }

خدا کے حکیم و خیر عز اسمہ وجل شانہ
کافر گری کی ذہنیت اور صلحائے اُمت

اقطاب اور محدثین و مجددین کے امتحان کا یہ پُر حکمت انتظام جاری فرمایا کہ اُن کی آزمائش کے لئے ابتداءً اسلام ہی سے ایک طبقہ میں کافر گری کی ذہنیت پیدا کر دی۔ اس ذہنیت نے ابتداءً اسلام سے آج تک خدا کا کوئی مقرب بندہ اور کوئی محبوب درگاہِ الہی ایسا نہیں چھوڑا

جس پر کافر سازی کے تیر نہ چلائے گئے ہوں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

روحِ تکفیر نے اسلام کی بہت سی بلند پایہ اور مایہ ناز شخصیتوں اور برگزیدہ ہستیوں کا
نہوں بہایا متعدد ممتاز اور نامور اسلامی مفکر، مفسر، محدث، مجدد، متکلم، حکماء اور اصفیاء اس
ناپاک روح کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوئے اور کئی ایسے خدا نما وجود جو اپنے زمانہ میں روشنی کا
مینار، اسوۂ محمدی کی تصویر اور اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ کافروں، ملحدوں، زندلیوں اور
مرتدوں کے زمرہ میں نہایت بے دردی سے شامل کر دیئے گئے۔

روحِ کافر گری کا پیدا کردہ یہ امتحان نہایت کٹھن، صبر آزما، زہرہ گداز اور روح و قلب
کو تڑپا دینے والا امتحان تھا مگر خدا کے پیارے اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے یہ عشاق کس طرح اپنے اخلاص میں اول درجہ کے ثابت قدم نکلے اور نہایت بجا
استقلال اور مسکراتے ہوئے چہروں سے اس امتحان میں کامیاب و کامران ہوئے اور پھر خدا تعالیٰ
کی نصرتوں اور قبولیتوں نے اُن کے سروں پر فتح و ظفر کے تاج پہنا دیئے اور ان کے پیش کردہ
عقائد و نظریات کو قبولِ عام کی سند عطا فرمائی؟

یہ ہے تاریخ اسلام کا بظاہر دردناک مگر نہایت ایمان افروز پہلو جس پر آئندہ اوراق
میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

پہلی صدی ہجری

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (ولادت ۳۰ قبل ہجرت - وفات ۶۸ ہجری)
پہلی صدی ہجری کے ممتاز اور متبحر عالم ربانی اور نہایت جلیل القدر صحابی تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے "ترجمان القرآن" کا قابلِ فخر خطاب عطا فرمایا (الاستیعاب فی معرفت الاصحاب
جلد ۱ ص ۳۸۴)

اسلامی لٹریچر سے ثابت ہے کہ آپ بھی اپنی زندگی میں کافر گری کی ذہنیت کا شکار ہوئے

مگر آپ صبر و رضا اور توکل و استقلال کے روحانی مدارج میں بڑھتے چلے گئے اور عشق الہی کی اُس شمع کو ہمیشہ فروزاں رکھا جو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے قلب مطہر میں روشن کر دی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بعض معاصرین کافر کہا کرتے تھے۔ (ہفت روزہ خورشید سندیہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۶ کالم ۲)

(۲) سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام (ولادت ۶۲۵ھ وفات ۶۱ھ) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور حضرت فاطمہ الزہراء کے جگر گوشہ تھے جنہیں حضور کی زبان فیض نرجمان سے اہل جنت کا سردار قرار دیا گیا۔ آپ اہل بیت نبویؑ کے پہلے درخشندہ گوہر ہیں جنہیں (مع دیگر افرادِ خاندان کے) کفر گری کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کرنا پڑا چنانچہ فصل الاعمال فی جواب نتائج الاعمال ص ۲۲ میں لکھا ہے :-

”یزید پلید نے بوجہ حضرت امام حسین کے انکارِ اطاعت کے علماء سے قتل کا فتویٰ طلب کیا علماء نے آجکل کے علماء کی طرح شقاوتِ ازلی اور طمعِ نفسانی سے قتل کا فتویٰ دیا تو بموجب فتویٰ علماء کے یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مع آل و اولاد بھوکا پیاسا و شت کر بلا میں شہید کر دیا۔“

آقائی حاجی مرزا حسن صاحب اپنی کتاب جواہر الکلام میں لکھتے ہیں :-

”حضرت علیؑ پر بخاریوں نے کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا لیکن حضرت سید الشہداء کو یہ شرف حاصل ہے کہ اُن کے قتل کے محضر پر دربارِ بنی اُمیہ کے ایک سو قاضیوں اور مفتیوں کی ٹہریں لگی تھیں اور سر فرست قاضی شریح کا نام تھا۔“

کہتے ہیں کہ بصرے کے گورنر ابن زیاد نے قاضی شریح کو دربار میں طلب کیا اور اُس سے کہا کہ آپ حسینؑ ابن علیؑ کے قتل کا فتویٰ صادر کریں قاضی شریح نے انکار کیا اور اپنا قلمدان اپنے سر پر دے مارا۔۔۔ اور اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو ابن زیاد نے چند تھیلیاں زر کی اس کے لئے بھیج دیں۔ صبح ہوئی شریح ابن زیاد کے پاس آیا تو ابن زیاد نے پھر وہی گفتگو شروع کی قاضی شریح نے کہا کہ کل رات میں نے قتلِ حسین پر بہت غور کیا اور اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

اُن کا قتل کر دینا واجب ہے چونکہ اُنہوں نے خلیفہ وقت پر خروج کیا ہے
لہذا بر بنائے دفع مفسدہ و خارجی یہ لازم ہے — پھر قلم اٹھایا اور فرزند
رسول کے قتل کا فتویٰ اس مضمون کا لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

” — میرے نزدیک ثابت ہو گیا ہے کہ حسین ابن علی دین رسول سے خارج ہو
گیا ہے لہذا وہ واجب القتل ہے۔“

(ص ۸۸ مطبوعہ ۱۳۶۲ھ مطبع علمی تبریز۔ ایران)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

” حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے
جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور
بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب
سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبتِ الہی اور صبر اور استقامت اور
زہد اور عبادت ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے
اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اُس کا دشمن ہے اور
کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان
اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الہی کے تمام نقوش
العیساٰسی طور پر کمال پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف
آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔
کون جانتا ہے ان کا قدر؟ مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ اُن کو
شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وہ حسین رضی اللہ عنہ
کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دُنیا نے کس پاک اور برگزیدہ
سے اُس کے زمانہ میں محبت کی؟ تا حسینؑ سے بھی محبت کی جاتی۔“

(بدار ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۷)

(۳) اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت سنہ ہجری) حضرت علیؑ کو خوارج نے اُس موقع پر واضح لفظوں میں کافر قرار دیا جبکہ آپ نے اپنا طنز سے حضرت ابو موسیٰ اشعرئی کو معرکہ صفین کے دوران بطور حکم منتخب فرمایا۔ چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں "إِنَّ الْخَوَارِجَ مُتَّفِقُونَ عَلَى كُفْرِهِ" (منہاج السنۃ النبویہ جلد ۳ ص ۳ طبع اول مصری) انہی خوارج کے ہاتھوں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

دوسری صدی ہجری

(۱) حضرت جنید بغدادیؒ (وفات سنہ ہجری) حضرت جنید بغدادیؒ جو "سید الطائفہ" کے نام سے مشہور ہیں اور اپنے زمانہ میں ولی کامل تھے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں فتنہ تکفیر کے مصائب و آلام سے دوچار ہوئے۔ چنانچہ ایوان قبیلہ و الجواہر جلد اول ص ۱۱۱ مصری میں صاف لکھا ہے:-

"وَشَهِدُوا عَلَى الْجَنَيْدِ بِالْكَفْرِ مَرَّارًا مَكْرًا تَكْفِيرًا يَهْمُهُمْ أَمْ لَا يَهْمُهُمْ؟" تقویٰ شعاری اور فداکاری کی باریک راہوں سے نہ ہٹا سکا یہاں تک کہ آپ فوت ہو کر حق تعالیٰ کی آغوش رحمت میں جاگزیں ہوئے۔ (نظم الدرر فی سلك السیر مؤلفہ نلاً صفی اللہ صاحب مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ)

(۲) حضرت محمد الفقیہؒ (وفات قبل ۱۹۳ھ)

معجم المؤلفین (مؤلفہ عمر رضا کمالہ مطبع الترقی بدمشق) میں لکھا ہے:-

"محمد بن اللیث و یعرف بالفقیر (ابو الربیع) ادیب، کاتب، خطیب، متکلم، فقیہ، کانت البرامکة تقدمه وتحسن الیه وکان یرفی بالزندقۃ" (جلد ۱ ص ۱۶)

یعنی: ابوالربیع محمد بن الیث الفقیہ، ادیب، کاتب، خطیب، متکلم اور فقیہ بزرگ تھے
برائے ان کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ آپ پر بھی زندیق ہونے کا الزام لگایا گیا۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہؒ (ولادت ۸۰ھ ہجری وفات ۱۵۰ھ ہجری)
آپ فقہ حنفیہ کے بانی اور بے مثال فقیہ تھے۔ آج دنیا بھر میں سب سے زیادہ تعداد آپ ہی کا
مسک رکھنے والے مسلمانوں کی ہے جس سے آپ کی عظمت مرتبت اور جلالت شان کا پتہ لگتا ہے۔
مولانا ابوالکلام صاحب آزاد بحوالہ کتاب مجالس المؤمنین ص ۲۸۱ رقمطراز ہیں:-

”اس نامہ بدست منصور وایتقی اقتاد بر ابوحنیفہؒ متعیر شدہ و اورا ایذا داد کہ
سبب وفات وے گشت۔ ترجمہ یعنی یہ خط منصور وایتقی کے ہاتھ پر لکھا گیا اور ابوحنیفہؒ
پر وہ خفا ہو گیا اور ان کو ایسی تکلیف دی کہ جو ان کی وفات کی باعث ہوئی۔ دنیا
کو یہ معلوم کر کے نہایت بالوسی ہو گئی جب وہ سنیں گے کہ اس محبت اہل بیت کا اجر
امام موصوف کو کیا ملا۔ قاضی نور اللہ شومتری فرماتے ہیں: شاہ اسماعیل قبر ابوحنیفہؒ
کو فی را کہ در بغداد بود گنڈ و عظام اور بسوخت و سگے را بجائے اودفن نمود و آل
موضع را منزله اہل بغداد ساخت۔ ترجمہ۔ یعنی شاہ اسماعیل نے ابوحنیفہؒ کو فی کی قبر
کو جو کہ بغداد میں تھی اکھاڑا اور اس کی ہڈیوں کو جلایا اور ایک گتے کو اس کی جگہ
دفن کیا گیا اور اس جگہ کو اہل بغداد کا پاخانہ بنایا گیا۔ مولوی ابوالقاسم صاحب
بنارس نے ایک کتاب موسومہ الجرح علی ابی حنیفہ شائع کی ہے۔ اس کتاب
میں بعض عبارات کو باطل و تابیہ میں نقل کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔ ابوحنیفہؒ
مُرجیہ و جہنیہ زندیق تھے اور مرجیہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہذا حنفی بھی اسلام
سے خارج ہیں (رسالہ مذکور ص ۱) ابوحنیفہؒ نے شرک کی جرّ قائم کی لہذا وہ مُشرک
ٹھہرے (ص ۱) ابوحنیفہؒ شیطان کا سینک تھا (ص ۱) ابوحنیفہؒ کا طریق صریح خلاف
قرآن ہے (ص ۱) ابوحنیفہؒ باغی تھا بغاوت ہی میں مر گیا (ص ۱) ابوحنیفہؒ کی تاریخ
ولادت ”سگ“ ہے (ص ۱) ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی مسلمانوں میں رذیل اور منحوس
نہیں گزرا (ص ۱)

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قید میں رکھا گیا اور آخری تدبیر کی گئی کہ آپ کو بے خبری میں زہر دی گئی۔ اور جب آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور اسی حالت میں قضا کی۔

{ سیرۃ النعمان مصنفہ شبلی مرحوم ص ۶۳ تاریخ الخلافہ ص ۱۴۱
بحوالہ تطہیر الاولیاء مع ملفوظات اولیاء ص ۱۳۱
مصنفہ میر مدثر شاہ گیلانی پشاور }

نواب محسن الملک اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :-

”امام ابو حنیفہ کی نسبت وہ باتیں لوگوں نے کیں کہ اُن کا نقل کرنا بھی بے ادبی ہے بعضوں نے اُن کو جاہل ٹھہرایا بعضوں نے بدعتی بنایا بعضوں نے کفر کی نسبت کی یہ (۴) حضرت امام مالک بن انسؒ (ولادت ۹۳ھ ہجری وفات ۱۷۹ھ ہجری) مدینۃ الرسولؐ کے عظیم محدث و عالم تھے۔ زہد میں یکتا، حب رسولؐ میں فرد اور سنت نبویؐ پر عمل کرنے میں بے مثال۔ حدیث کی مشہور کتاب مؤطا آپ کی ہی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ آپ کا مسلک اُنڈلس اور ساحلی مقامات میں خوب پھلا پھولا۔ آپ کی سوانح حیات میں لکھا ہے :-

”... جعفر نے مدینہ پہنچ کر نئے سرے سے لوگوں سے بیعت لی۔ امام مالک کو کہلا بھیجا کہ آؤنڈ طلاق جبری (مکرہ) کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کہ لوگوں کو بیعت جبری کی بے اعتباری و عدم صحت کے لئے سند ہاتھ آئے۔ امام سے ترکِ حتیٰ کی توقع کس قدر بے جا خواہش تھی۔ امام صاحب بدستور معاملہ جبری کے عدم صحت کا فتویٰ دیتے رہے۔ سلیمان نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اُن کو ستر کوڑے مارے جائیں امام دارالہجرت کو محکمہ امارت میں گنہگاروں کی طرح لایا گیا کپڑے اتارے گئے اور شاہانہ امامت پر دستِ ظلم نے ستر کوڑے پورے کئے۔ تمام پیٹھ خون آلود ہو گئی۔ دو ہاتھ مونڈے سے اتر گئے۔ اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو حکم دیا کہ اُونٹ پر بٹھا کر شہر میں انکی

تشریح کی جائے۔ امام صاحب بایں حال زار بازاروں اور گلیوں سے گزر رہے تھے اور زبان صداقت نشانِ آواز بلند کہہ رہی تھی جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں فتویٰ دیتا ہوں کہ طلاق جبری درست نہیں۔ اس کے بعد اسی طرح خون آلود کپڑوں کے ساتھ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں سے فرمایا کہ سعید ابن المسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انہوں نے بھی مسجد میں آکر نماز پڑھی تھی۔ یہ تعزیر گو تھکر کے لئے تھی لیکن اس نے امام کی عزت و وقار کے پایہ کو آور بلند کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۷ ہجری کا ہے۔

ہیرت ائمہ اربعہ مرتبہ مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری ۱۲۹۳ء تا ۱۲۹۴ء
طبع اول ۱۹۵۵ء کشمیری بازار لاہور

(۵) حضرت امام شافعیؒ (ولادت ۱۵۰ ہجری وفات ۲۰۴ ہجری)
آپ فنی حدیث میں یکتا اور فقہ میں یگانہ تھے۔ آپ کی "کتاب الامم" اپنی مثال آپ ہے۔ ایک عرصہ تک مصر کا سرکاری مذہب شافعی رہا۔ رُوحِ کافر گری کے نتیجے میں آپ پر مصیبتوں اور تکلیفوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن آپ صبر و رضا کے پیکر بنے رہے اور کوہِ وقار کی طرح اپنے مسلک پر قائم رہے سلوک کی راہ میں ہزار دُکھ سہے لیکن پیشانی پر شکن نہیں آئی۔ لکھا ہے:-

"ان کو اعتراف من ابلیس کہا (گیا) رفض کی طرف نسبت کر کے قید کیا اور ان کے مرنے کی دعائیں کیں علماء عراق و مصر نے ایسی تہمتیں لگائیں کہ یمن سے دارالسلام (بغداد) تک بے حرمتی و بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے۔ ہزاروں آدمی ملامت اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ ان میں سر جھکائے ہوئے تھے۔" (حریۃ تکفیر صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۶ اپریل ۱۹۳۳ء)

تیسری صدی ہجری

(۱) حضرت امام بخاریؒ (ولادت ۱۹۵ ہجری وفات ۲۵۶ ہجری)

آپ محمد ثنیں عظام میں سے تھے۔ آپ ہی نے صحیح بخاری تألیف فرمائی جسے اصح
 الکُتُب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے۔ بایں علم و فضل آپ جلا وطن کئے گئے اور آپ
 پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگایا گیا جیسا کہ علامہ دہر المعتمد باللہ صغی اللہ فرماتے ہیں:-
 ”اور از بخارا بیرون ساختہ بخر تنگ جلا وطن کردند باز خرتنگ برو تنگ
 کردند سہ ہزار گمراہان شاہدان زندقہ باومی گردیدند و شاہی می دادند کہ
 او زندیق است چونکہ لبس پارہ تنگ آمد از جناب حق تعالی سائل گردید کہ ای
 بار خدایا این بندگان گمراہان بر زمین مارا جائی نہ می دهند و تو خالق ہمہ جهان و
 مالک ہر مکان ہستی مارا در جوار قرب خود جائی بدہ دعائش مستجاب گشت
 روح او را قبض کردند و بجوار ملک اعلیٰ بروند“

{ نظم الذرفی سلک السیر ص ۱۶۶ مولفہ علامہ دہر
 فہامہ عصر المعتمد باللہ صغی اللہ مطبع فاروقی دہلی
 ۱۲۹۵ھ }

(۲) حضرت ذوالنون مصریؒ (وفات ۲۲۵ ھ ہجری)

آپ کا شمار اپنے وقت کے ممتاز اولیاء اور محبوبان الہی میں سے ہوتا ہے۔ آپ کو
 بھی روح کافر گری نے زندیقوں میں شامل کر دیا چنانچہ حضرت عبدالوہاب شمرانیؒ فرماتے
 ہیں:-

”و شیعو اذ النون المصری من مصدر الی بغداد مقیدا
 مغلولاً و سافر معہ اہل مصر یشہد وین علیہ بالزندقۃ“
 (البواقیت و الجواہر جلد اول ص ۱۱)

(۳) حضرت سہل تستریؒ (ولادت ۲۰۳ ھ ہجری وفات ۲۸۲ ھ ہجری)

آپ اپنے زمانہ کے اکابر بزرگوں میں سے تھے مگر کافر سازی کی ذہنیت نے آپ کو بھی
 کافروں کے زمرے میں شامل کر دیا چنانچہ البواقیت و الجواہر جلد اول ص ۱۱ (مصری) میں
 ہے:-

” واخرجوا سهل بن عبد الله التستري من بلدة الى
البصرة ونسبوه الى قبائح وكفروه مع امامته وجلالته“

(۴) حضرت احمد راوندیؒ (ولادت ۲۰۵ ہجری وفات ۲۹۸ ہجری)

علامہ عمر رضا کمالہ لکھتے ہیں:-

” احمد بن يحيى بن اسحاق البغدادى المعروف بالراوندى
(ابو الحسين) عالم متكلم وُصف بالاحاد والكفر والزندقة“
(معجم المؤلفين جلد اول ص ۲)

حضرت احمد بن يحيى بن اسحاق بغدادى المعروف راوندى (ابو الحسين) عالم وکلم
تھے۔ آپ پر الحاد، کفر اور زندقہ کا الزام لگایا گیا۔

(۵) حضرت ابو سعید خرازؒ (وفات ۲۸۵ ہجری)

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔ طریقت میں
مجتہد تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے بقاء و فنا کی کیفیت کی بابت بیان کیا اور اپنے طریقے
کو عبارت میں لکھا۔ آپ کی کتاب ”کتاب التمر“ نہایت دقیق و روحانی مباحث پر مشتمل تھی
جس کے معنی علماء ظواہر سمجھنے سے قاصر رہے اور آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

{ تذکرۃ الاولیاء باب ۵
ایضاً ایواقیت و المجواہر جلد اول ص ۱۲ }

(۶) حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ولادت ۱۶۲ ہجری وفات ۲۴۱ ہجری)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا علمی مقام تیسری صدی کے علمائے ربانی میں نہایت بلند
ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک آپ حدیث، فقہ، لغت، قرآن، فقر، زہد، ورع اور
سنت میں امام تھے۔ (طبقات الجنابہ لابن ابی لعلی)

اس امام ہمام کی آزمائش بھی تکفیر کے ابتلاء سے کی گئی مگر آپ اس امتحان میں پوری
طرح کامیاب نکلے اور حق و صداقت کی آواز اپنی زندگی کے آخری سانس تک بلند کرتے
رہے۔

چنانچہ مولانا سید رئیس احمد صاحب جعفری لکھتے ہیں:-

”دین نبوی کا قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلب گار تھا۔ وہ صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی جس کو سلطان عہد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے نہ تو بادشاہوں کے سامنے سر جھکایا اور نہ دنیا کے طلبکار علماء کی جانب التفات فرمایا بلکہ خالص دین کے قیام کے راستہ میں اپنے وجود کو قربان کر دینے اور تمام خلف امت کے لئے ثبات واستقامت علی السنۃ والحق کا راستہ کھول دینے کے لئے حسب الحکم فاصبر کما صبرا ولو العزم من الرسل اٹھ کھڑے ہوئے مقابلہ کیا۔ وہ قید ہوئے۔ چار چار بوجھل بیڑیاں پہنائی گئیں۔ پہن لیں۔ اسی حالت سے بغداد سے طرطوس لے جائے گئے۔ بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہلنا دشوار تھا عین رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بھومکے پیاسے روزہ دار کو تپتی ہوئی دھوپ میں بٹھایا گیا اور اس مقدس پیٹھ پر جو علوم و معارف نبوۃ کی حامل تھی پوری قوت سے کوڑے مارے گئے۔ ہر جلاؤ پوری قوت سے کوڑے لگا کر جب تھک جاتا تھا تو تازہ دم جلاؤ آ کر پیٹے لگتا۔ تازیانے کی ہر ضرب پر جو صدا زبان سے نکلتی تھی وہ نہ تو بجزع و فزع کی تھی نہ شور و فغاں کی بلکہ وہی صدا تھی جس کی بدولت یہ سب کچھ ہو رہا تھا یعنی القدران کلام اللہ غیر مخلوق امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں مجھے اس قدر مارا گیا کہ جسم خون سے رنگین ہو گیا اور میں بیہوش ہو گیا“

(سیرۃ ائمہ اربعہ مرتبہ سید رئیس احمد صاحب جعفری ص ۶۱۳ تا ۶۱۵)

(۷) حضرت امام نسائیؒ (ولادت ۲۱۵ ہجری وفات ۳۰۳ ہجری)

تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ محدث اور سنن نسائی کے مؤلف۔ حضرت امام نسائیؒ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کئے تو غالیوں نے نہ صرف مارا بلکہ ان پر شیعہ کا الزام بھی لگایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع

کر دیا۔ (استان المحدثین بحوالہ مؤلفین صحاح ستہ ص ۶۷ ناشر ادارہ علوم
عصریہ لائل پور)

(۸) حضرت ابن حنّان رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۷ ہجری)

حضرت ابن حنّان عالم ربّانی بھی زندیق قرار دیئے گئے۔

(ہفت روزہ خورشید سندیہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۶)

(۹) حضرت ابوالعباس بن عطار رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳۰۹ ہجری)

یہ بزرگ بھی رُوح کافر گری کی نسفا کیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور زندیق اور کافر قرار

پائے۔ (خورشید سندیہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۶)

(۱۰) حضرت ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۹۵ ہجری)

نہایت پاک باطن، صوفی، مجتہد طریقت اور شب بیدار عابد و زاہد جنہیں قمر الصوفیاء کہا

جاتا تھا۔

غلام الخلیل نے آپ کی نسبت نیز بعض دوسرے صوفیاء مثلاً حضرت ابو حمزہؒ - رقامؒ -
شبلیؒ اور جنسیدؒ کی نسبت بادشاہ وقت کو مخبری کی کہ یہ سب لوگ بے دین ہیں اور اگر انکو
تہ تیغ نہ کیا گیا تو ملک میں بے دینی اور الحاد پھیل جائے گا جس پر بادشاہ نے سب کو قتل
کرنے کا حکم دے دیا۔ جلا وطنے تلوار سونٹ کر حضرت رقامؒ کو قتل کرنا چاہا تو حضرت ابوالحسن
النوری رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو۔ نیز فرمایا میرا طریقہ ایثار پر مبنی
ہے اور سب سے عزیز چیز زندگی ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ چند سانس بھی اپنے اس بھائی
کے عوض خرچ کر دوں کیونکہ میرے نزدیک زندگی کا ایک دم بھی آخرت کے ہزار سال سے
بہتر ہے۔ بادشاہ وقت آپ کا انصاف اور قدم صدق دیکھ کر حیران رہ گیا اور قاضی کو حکم
دیا کہ ان کے بارے میں غور کرو۔ اس پر قاضی وقت نے ان بزرگوں کی پُر معرفت گفتگو سنی
اور بادشاہ وقت سے کہا کہ اگر یہ ملحد و بے دین ہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی موحّد نہیں۔ ابیر
بادشاہ وقت نے ان کو نہایت اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء باب ۱۱ در ذکر ابوالحسن النوریؒ)

چوتھی صدی ہجری

(۱) حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۱۲ ہجری، شہادت ۳۰۹ ہجری) خیر القرون کے بزرگانِ اُمت کی تقویٰ شعاری، للہیت، صبر و رضاء، توکل و استقلال اور راہِ حق میں فداکاریوں اور جہاں نشاریوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم فیچِ اعوج کے عہدِ مظلمہ کے اُن اولیاء و اصفیاء کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں جنہوں نے کافر سازی کی ذہنیت کے اٹھائے ہوئے مہیب سیلاب کے دوران حق و صداقت کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا اور عشقِ الہی اور عقیدتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت سینہ بسینہ اگلی نسلوں میں منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام ہمارے سامنے حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا آتا ہے جو صاحبِ کرامات بزرگ اور خدا تعالیٰ کے سچے عاشق اور صوفی و کامل اور درجہ فنایت تک پہنچے ہوئے تھے اور جوشِ وحدت اور حالتِ جذب میں مسئلہ وحدت الوجود کو مانتے اور اَنَا الْحَقِّ کا مجذوبانہ اور مجذوبانہ نعرہ بلند کرتے تھے۔ زہد و ورع کی یہی منزل تھی جس پر کافرِ ذہنیت ایک بار پھر پوری قوت سے جوش میں آئی اور اُس نے نہ صرف راہِ خدا کے اس سالک کو "کتاب و سنت کی رو سے" کافر و زندیق بنا ڈالا بلکہ سالہا سال تک قید خانہ کی صعوبتوں میں مبتلا کرنے کے بعد بالآخر بغداد کے بادشاہ مقتدر کے حکم سے تختہ دار پر لٹکا کر دم لیا۔ ("قاموس المشاہیر" جلد ۲ ص ۲۳۳، مؤلفہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایونی ۱۹۲۶ء) مولانا رئیس احمد صاحب جعفری تحریر فرماتے ہیں:-

"۳۹۴ ہجری میں ابن داؤد الاصفہانی الظاہری کے فتوے کی بناء پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے۔۔۔۔۔ ۳۹۵ ہجری میں دوسری مرتبہ ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور آٹھ سال تک مسلسل اسیر زنداں رہے۔۔۔۔۔ ۳۹۹ ہجری میں ان کے مقدمہ کا آخری فیصلہ ہووا اور فیصلہ کیا گیا کہ ۱۸ روزی قعدہ کو ان کی زندگی ختم کر دی جائے گی اس طرح کہ انہیں کوڑے مارے جائیں، اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے

جائیں۔ اُن کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ ان کے اعضاء آگ میں جھلسائے جائیں اور اس کے بعد انہیں دجلہ کے پانی میں بہا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کو کوئی نہ روک سکا۔

حلاج کی جان اس جرم میں لی گئی کہ وہ اَنَا الْحَقُّ کا نعرہ لگاتے رہے تھے۔ اس قول سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ وہ اِنْتِخَادِ ذَاتِ الٰہی کے قائل تھے یعنی اپنی ذات کو ذاتِ الٰہی میں گم کر کے ذاتِ الٰہی کا جزو بن گئے تھے۔

{ کتاب "انوارِ اولیاء" ص ۱۸۱، ۱۸۲ زیر عنوان "حسین منصور حلاج"
 { وزیر عنوان "کیا منصور کافر تھے؟" مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور }

(۲) حضرت امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۳۲۴ ہجری) معتزلہ کی عقلیت اور سطحی فلسفیت کی سطوت و شوکت کو خاک میں ملانے کی اولین سعادت جس عظیم شخصیت کے حصہ میں آئی وہ حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مجتہد فاضل اور علم کلام کے بانی ہونے کے علاوہ عبادت و تقویٰ، اخلاق فاضلہ اور روحانیت میں بھی درجہ امامت و اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ حق تعالیٰ نے مذہب اسلام کی تبلیغ، احقاق اور حمایت کے لئے انہیں بے پناہ جذبہ عطا فرمایا تھا۔ معاصرین اُن کی فصاحت و بلاغت، حُسن تقریر اور قوت تحریر کی وجہ سے انہیں "لسانِ الامت" کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ علامہ ابوالحسن اسفرائینی کا پایہ علم کلام و اصول فقہ میں مُسَلَّم ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابوالحسن اشعریؒ کے شاگرد شیخ ابوالحسن باہلی کے سامنے ایسا تھا جیسے سمندر کے اندر قطرہ۔

"تاریخ دعوت و عربیت" حصہ اول ص ۸۷ تا ۹۱
 { از مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ
 ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء }

روح کافر گری اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کو بھی معاف نہیں کیا اور آپ کو نکد اور کافر تک کہہ دیا گیا۔

(ہفت روزہ "خورشید" سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۶ کالم ۳)

(۳) حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۶۷ ہجری، وفات ۳۶۲ ہجری)
 حضرت ابوبکر شبلی اہل تصوف کے امام اور علوم طریقت میں یگانہ اور لائق تھے۔
 ریاضات اور کرامات کے باب میں آپ شہرہ آفاق شخصیت تھے۔ آپ کو جاہلوں اور عوام
 سے سخت اذیتیں پہنچیں۔ آپ پر کئی مرتبہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا چنانچہ لکھا ہے :-
 ”وَشَهِدُوا عَلَيَّ الشُّبُلِيَّ بِالْكَفْرِ مَرَارًا“

(الیواقیت الجواہر جلد اول ص ۱۵)

(۴) حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۰۲ ہجری، وفات ۳۷۳ ہجری)
 آپ ارباب طریقت کے بزرگ، اصحاب ریاضت کے برگزیدہ، ذکر و فکر میں فانی
 اور علوم تصوف میں ماہر اور صاحب تصنیف تھے۔ آپ کی نسبت بھی لکھا ہے :-
 ”ابو عثمان مغربی کہ لعلم و بزرگی نظیر خود نہ داشت از مکہ اور اسیرون نموده و
 بہ تہمت مطعون کردہ بودند۔“

”نظم السدّر فی سبک السیر“ ص ۱۶۸
 مؤلف علامہ دہر و فہامہ عصر المعتمد باللہ ملاً صفی اللہ صاحب
 { مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ }

پانچویں صدی ہجری

(۱) حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۵۰ ہجری، وفات ۵۰۵ ہجری)
 آپ کی شخصیت اسلامی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ ”احیاء العلوم“، ”کیمیائے سعادت“
 اور دیگر بے شمار علمی تصانیف آپ کی یادگار اور اُمت مسلمہ کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔
 جہاں تک رُوح کافر گری کا تعلق ہے آپ بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکے۔ مولانا
 رئیس احمد جعفری کے الفاظ میں یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ :-

”بہت سے فقہاء اور اصحاب ظواہر اور ارباب کلام تھے جو اُن سے نفرت
 کرتے تھے۔ اُن کا عناد اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ اُن کی مخالفت کو

سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اُن پر طنز و تعریض کرتے تھے اور اُن کی تعلیمات پر شکوک و شبہات وارو کرتے تھے۔ (”الوارِ اولیاء“ ص ۱۹۸)

آپ نے ”منحول“ نامی کتاب فقہ میں تصنیف فرمائی جس پر آپ کے زندیق و ملحد ہونے کا پراپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی اس کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں :-

”امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ ایک عمدہ دستاویز تھی۔ یہ لوگ سنجر کے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب و رنگ چڑھا کر پیش کیا۔ اس کے ساتھ امام صاحب کی اور تصنیفات کے مطالب بھی اُلٹ پلٹ کر بیان کئے اور دعویٰ کیا کہ غزالی کے عقائد زندیقانہ اور ملحدانہ ہیں۔“

”الغزالی“ ص ۵۶ مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی

{ ناشر ایم ثناء اللہ خاں - ۲۶ ریلوے روڈ لاہور }
 طبع دوم ۱۹۵۲ء۔

تکفیر کی اس کارروائی کا پس منظر بقول جناب اعجاز الحق قدوسی یہ تھا کہ :-

”امام غزالی کی شہرت ملکوں ملکوں پھیل رہی تھی۔ اس آڑے وقت میں وہ اسلام کی جو خدمت انجام دے رہے تھے وہ بلاشبہ بہت اہم تھی لیکن دُنیا کا دستور ہے کہ سیدھی راہ بتانے والوں اور نیک لوگوں کے کچھ نہ کچھ دشمن ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ امام غزالی کے بھی کچھ دشمن پیدا ہو گئے یہ دشمن اُس وقت کے بناوٹی پیر اور دُنیا دار عالم تھے جو نیکیوں کی صورت بنا کر اپنا مطلب نکالنے کے لئے بُری باتوں کو دین کا رنگ دے دیتے اور شاہانِ دہشت، اُمراء اور عام لوگوں کو خوش کرنے کے لئے طرح طرح کے ڈھونگ رچاتے ہیں۔ امام غزالی نے ایسے بناوٹی پیروں اور دُنیا دار مولویوں کے فریب کے پیرے چاک کر کے رکھ دیئے تھے۔ اپنی کتابوں کے ذریعہ ان کے کرداروں

کو بے نقاب کر دیا تھا اس لئے یہ لوگ ان سے کدورت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو احساس تھا کہ اُن کا اقتدار کم ہو رہا ہے اور اگر کچھ دن یہی حالت رہی اور اسی طرح اسلام کی صحیح ترجمانی کی جاتی رہی تو پھر لوگ اُن کا نام بھی نہ لیں گے۔

(امام غزالیؒ صفحہ ۴۲ تا ۴۴، ناشر فیروز سنز لاہور)

”غزالی نامہ“ میں لکھا ہے کہ :-

”علی بن یوسف بن تاشقین متولد ۴۹۶ھ متوفی ۵۳۷ھ رجب ۵۳۷ھ

بادشاہ مغرب یعنی اندلس و مراکش مالکی مذہب پر عامل تھا اور نہایت کٹر اور متعصب، فلسفہ و منطق کا سخت مخالف تھا۔ فقہائے مالکی اور دوسرے دشمنان

غزالی نے مشہور کر دیا کہ مؤلفات غزالی سراسر اُپا فلسفہ و منطق ہیں۔ علی بن یوسف بن

تاشقین نے حکم دیا کہ ”احیاء العلوم“ کے نسخے جہاں ملیں جمع کئے جائیں نیز ان کی

دوسری کتابیں بھی فراہم کی جائیں اور ان سب کو نذرِ آتش کر دیا جائے اور

ساری مملکت میں جتنے پیروان غزالی ملیں اور ان کی تالیفات کو رواج دینے

والے دستیاب ہوں ان سب کو ہلاک اور قتل کر دیا جائے۔۔۔۔۔ قاضی عیاض

۔۔۔۔۔ جن کی وفات مراکش میں ۵۳۷ھ ہجری میں ہوئی نے علی بن تاشقین کے بعد

فتویٰ دیا کہ مؤلفات غزالی کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔۔۔۔۔ ابن حزام مغربی

نے کہ جن کا شمار رئیس فقہائے بلادِ مغرب میں ہوتا تھا فتویٰ دیا کہ ”احیاء العلوم“

کا پڑھنا حرام ہے اور اس کے نسخوں کا جلا دینا واجب ہے۔ ۵۵۸ھ میں

یافعی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں مؤلفات غزالی پر قیل و قال کا سلسلہ جاری تھا

فقہائے ناصبیہ جہاں نے فتویٰ دیا کہ غزالی کی کتب کا پڑھنا حرام اور ان کا جلا دینا

واجب۔ (”غزالی نامہ“ اردو ترجمہ از مولانا رئیس احمد جعفری صفحہ ۳۶، ۳۷)

خدا کی قدرت اُروجِ کافر گری جس مقدس امام کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر صفحہ ہستی سے

نیست و نابود کر دینا چاہتی تھی اُس لڑیچر کو حق تعالیٰ نے ایسی مافوق العادت عظمت بخشی کہ صدیاں گزرنے کے بعد آج چار دانگ عالم میں اُس کی دھوم ہے جو حضرت امام غزالیؒ جیسے پاک نفس اور پاک باطن بزرگ کے جذبہ خلوص، صبر اور دعاؤں کی کرامات ہے۔
 (۲) حضرت امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۳۸۴ ہجری، وفات ۴۵۶ ہجری) آپ حدیث نبویؐ اور اقوال صحابہؓ کے متبحر عالم، تاریخ و نفسیات کے ماہر، نابغہ روزگار متکلم، بہترین ادیب، عظیم فقیہ اور مؤرخ تھے علم انساب، نحو، لغت، شعر، طب، منطق اور فلسفہ میں بھی آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ براہِ راست کتاب و سنت سے احکامِ شریعت کا استنباط کرتے تھے۔ یہ چیز علمائے وقت اور فقہائے زمانہ کو سخت ناگوار گزری اور انہوں نے بالاتفاق آپ کے گمراہ ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا چنانچہ ”معجم المؤلفین“ میں لکھا ہے:-

”كَانَ يَسْتَنْبِطُ الْأَحْكَامَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَانْتَقَدَ كَثِيرًا مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ فَاجْمَعَ هَؤُلَاءِ عَلَى تَضْلِيلِهِ وَحَدَّرُوا أَرْبَابَ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ فِتْنَتِهِ وَنَهَوْا عَوَامَهُمْ مِنَ الدُّنُومِنِهِ وَالْأَخْذِ عَنْهُ فَأَقْصَى وَطُورَ دَفَرِ حِلِّهِ إِلَى بَادِيَةِ لَبْلَةِ بِالْأَنْدَلُسِ فَتَوَفَّى بِهَا“

(جلد ۷ صفحہ ۱۶ مطبوعہ دمشق)

ترجمہ:- آپ کتاب و سنت سے شرعی احکام کا استنباط کرتے اور علماء اور فقہاء پر بکثرت تنقید کرتے تھے جس پر انہوں نے متفقہ طور پر آپ کو گمراہ قرار دیا۔ اربابِ حکومت و سیاست کو آپ کے ”فتنہ“ سے خبردار کیا اور عوام کو آپ کے قریب آنے اور آپ سے استفادہ کرنے کی ممانعت کر دی اور نہایت بے عزتی سے آپ کو بہت دور شہر بدر کر دیا گیا چنانچہ آپ اندلس کے لبلہ نامی جنگل کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔

چھٹی صدی ہجری

(۱) حضرت غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۷۰ ہجری وفات ۵۶۱ ہجری)

آپ صوفیاء کے مشہور و معروف سلسلہ قادریہ کے بانی اور صاحبِ کرامات عالم ربانی تھے۔ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں "غنیۃ الطالبین"، "فتوح الغیب" اور "بہجۃ الاسرار" بہت مشہور ہیں۔ "الفتح الربانی" آپ کے ملفوظات کا نہایت مختصر و مفید مجموعہ ہے۔ اقلیم روحانیت کے اس روحانی بادشاہ کو بھی ہدفِ تکفیر بنایا گیا ہے۔

کس بچشمِ یارِ صدیقی نہ شد
تا بچشمِ غیرِ زندیقی نہ شد

مشہور ہے کہ علامہ ابوالفرح عبدالرحمن علی بن جوزی اور اُس کے ہمہواؤ و سہو علمائے عالمِ اسلام کی اس برگزیدہ ہستی کے خلاف فتویٰ کفر و یارِ علامہ مذکور کی کتاب "تلبیس ابلیس" میں جابجا صوفیاء پر سخت تنقید کی گئی ہے اور حضرت غوثِ اعظمؒ کی شان میں بالواسطہ طور پر اشاروں اور کنایوں سے بڑی گستاخیاں کی گئی ہیں۔

"حالات جناب غوث الاعظمؒ" میں لکھا ہے :-

"بعض کوتاہ بینوں نے ۔۔۔ انہیں اہل الضلال والطغیان کے موافق

فتویٰ دے دیا"

(صفحہ ۱ مولفہ ابنِ وسیم، مکتبہ عربیہ کشمیری بازار لاہور)

(۲) حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۱۳ ہجری، شہادت ۶۲۷ ہجری)

شریعت و طریقت میں یکتا تھے "تذکرۃ الاولیاء" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ پر شیعیت کا الزام دے کر بازارِ کافر گری کو زینت دی گئی۔ ناچار آپ نے لوگوں سے بالکل قطعِ تعلق کر لیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔

("مقدمہ تذکرۃ الاولیاء" ناشر منزل نقشبندیہ لاہور)

(۳) حضرت علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۲۰ ہجری، وفات ۵۹۵ ہجری) علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کے آفتاب تھے فلسفہ، علم الہیات، حکمت، طب اور ریاضی میں امام تھے۔ ان علوم و فنون میں آپ نے چالیس تصانیف کیں جن کے لاطینی اور عبرانی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ یورپ کے فلسفہ جدید کی بنیاد آپ ہی کی تصانیف ہیں علم کے اعتبار سے ارسطو کے بعد ابن رشد کو دوسرا بڑا انسان سمجھا جاتا ہے۔ اس نے روح کافر گری نے اس یگانہ روزگار اور نہایت باکمال بنورگ کو بھی معاف نہیں کیا۔

مولانا عبدالسلام ندوی آپ کے خلاف کفر و ارتداد کے فتاویٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”ابن رشد کے دشمنوں نے اس پر الحاد و بے دینی کا جو الزام لگایا تھا اس کی بناء پر اس معاملے نے ایک قومی اور مذہبی صورت اختیار کر لی تھی اور اسی حیثیت سے اس پر فرد قرار داجرم لگائی گئی پچنانچہ قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک عام اجتماع ہوا جس میں تمام علماء و فقہاء شریک ہوئے۔ اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ ابن رشد ”گمراہ اور لعنت کا مستوجب ہو گیا ہے۔ اور چونکہ قاضی ابو عبد اللہ بن ابراہیم الاصولی کی بعض باتوں سے بھی اس الحاد و بے دینی کا اظہار ہوا تھا اس لئے وہ بھی حاضر کئے گئے تو سب سے پہلے قاضی ابو عبد اللہ بن مروان نے تقریر کی اور کہا کہ اکثر چیزوں میں نفع و ضرر دونوں ہوتا ہے۔ لیکن جب نفع کا پہلو ضرر کے پہلو پر غالب آجاتا ہے تو اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ورنہ وہ چیز چھوڑ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد خطیب ابو علی بن حجاج نے اعلان کیا کہ یہ تمام لوگ ”الحاد و بے دین“ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کو جلا وطن کیا گیا اور ابن رشد کو بوسینا میں جو قرطبہ کے پاس یہودیوں کی ایک بستی ہے نظر بند کیا گیا کیونکہ بعض لوگوں نے شہادت دی تھی کہ اس کا سلسلہ نسب یہودیوں سے ملتا ہے۔“ حکمائے اسلام

حصہ دوم ص ۱۲، ص ۱۲۱ مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ)

(۴) حضرت صوفی شعیب بن الحسن المغربي (البودین) رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۵۹۴ ہجری) آپ اندلس کے ممتاز صوفی تھے۔ علم توحید میں آپ کی کتاب "انس الوحید و تزہدہ الطرید" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ بزرگ بھی جناب الہی کی طرف سے روح کافر گری کے امتحان میں ڈالے گئے اور صبر و رضاء کی منازل طے کرنے کے بعد مقبول درگاہ الہی بنے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے "الیواقیت والنجواہر" جلد اول کے صفحہ ۱۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ اُس وقت کے علماء نے آپ پر زندقہ ہونے کا فتویٰ لگایا۔

(۵) حضرت الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۶۰ ہجری، وفات ۶۳۸ ہجری)

مسلم سپہی کی جن شخصیتوں نے دُنیا ئے اسلام پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور اذہان و قلوب میں زبردست انقلاب برپا کیا ہے اُن میں آپ سرفہرست ہیں۔ حکمت، تصوف، علم کلام، فقہ، تفسیر، ادب اور شعر و سخن کے آپ شہسوار تھے۔ آپ کے قلم سے بے شمار تصانیف نکلی ہیں اور اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت بلند مقام رکھتی ہیں۔ آپ کو یہ فخر و اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مسئلہ فیضانِ ختمِ نبوت پر اپنے مکاشفات اور باطنی علوم کی بناء پر نہایت تفصیلی اور فیصلہ کن روشنی ڈالی ہے جو قیامت تک کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ جیسے مجاہدِ اسلام کو بھی کافر سازی کا تختہ مشق بنایا گیا اور اُن کے خلاف کفر و ضلال کے فتوے صادر کئے گئے حتیٰ کہ انہیں کافرِ اعظم تک کہا گیا۔

(ابن عربیؒ "مصنفہ الوجا وید نیازی، ناشر فیروز سنز لاہور ۱۹۶۹ء ص ۴۳)

اسی پر بس نہیں، مقرر میں تو آپ کے قتل کی باقاعدہ کوشش بھی کی گئی۔

(الانوار اولیاء ص ۲۴۳ مرتبہ مولانا رئیس احمد جعفری)

حضرت ابن عربیؒ اپنے اس آزمائشی دور میں اس درجہ کامیاب نکلے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دُنیا میں ایسے بزرگ اور صوفی پیدا کر دیئے جنہوں نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا

اور اپنی گردنیں ان کے سامنے عقیدت سے جھکا دیں۔ چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازیؒ کا قول ہے کہ :-

حضرت شیخ اکبرؒ شریعت و حقیقت دونوں میں کامل اور بے نظیر تھے جو لوگ اُن کے کلام پر طعن کرتے ہیں وہ کیا کریں۔ اُس کو وہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اور جو کوئی اُن کو بُرا کہتے ہیں تو اُن کو ایسا جانو جیسے وہ لوگ ہیں جو نبیوں کو بُرا کہتے ہیں حضرت امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ امام محی الدین ابن عربیؒ بہت بڑے جلیل القدر ولی اور اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اکبرؒ عارفوں کے مربی اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے تھے۔ امام ابن سعدیؒ یافعیؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت شیخ اکبرؒ کو ولایت عظمیٰ حاصل تھی۔ امام سبکیؒ کہتے ہیں کہ آپ مِنْ آیاتِ اللہ تھے اور اُس زمانہ میں علم و فضل کی گنجی انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سروردیؒ اور حضرت شیخ کمال الدین رحمہما اللہ اُن کے عالی مقام کا اعتراف کرتے تھے اور اُن کی نگاہ میں آپ کا کامل تحقیق اور صاحب کرامات ہونا مسلم تھا۔

”مشاہیر اسلام“ جلد ۱ ص ۱۸۷
 { ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤ الدین۔ پنجاب }

(۶) حضرت شیخ الاشراق شہاب الدین سروردی رحمۃ اللہ علیہ (شہادت ۵۸۵ھ ہجری) آپ کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ عموماً شیخ مقتول اور قتیل اللہ کہلاتے ہیں حلب کے فقہاء کو آپ نے جب بحث و مناظرہ میں بالکل لاجواب کر دیا تو رُوح کا فرگری حرکت میں آئی اور آپ کا فراور واجب القتل قرار پائے۔ چنانچہ علماء کے فتویٰ پر سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیٹے ملک الظاہر نے آپ کو جیل خانے میں ڈال دیا اور آپ کو قلعہ حلب کے قیبرخانہ میں گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔

”معجم المؤلفین“ جلد ۱۳ ص ۱۸۹
 { ”انوار اولیاء“ ص ۱۹۳ و ”حکمائے اسلام“ حصہ دوم ص ۵۵ تا ۵۷ }

سائوین صدی ہجری

(۱) حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۵۲ ہجری)
آپ بلاد مغرب کے رہنے والے مشائخ کبار میں سے تھے۔ آپ پر بھی زندقہ کا الزام لگایا گیا۔
(ایواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۱۳)

(۲) حضرت شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۰ ہجری)
آپ "شجرة المعارف" کے مصنف تھے جنہیں دوسرے اہل اللہ کی طرح تکفیر کا نشانہ بنایا گیا۔
(ایواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۱۳)

(۳) حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۳۴ ہجری، وفات ۷۱۵ ہجری)
برصغیر پاک و ہند کے نامور صوفی اور سلطان المشائخ تھے۔ حضرت بابا گنج شکر آپ کے پیرو مرشد اور مشہور شاعر امیر خسرو دہلوی "آپ کے مرید با صفا تھے۔" انوار اولیاء میں لکھا ہے کہ :-

"شاہی محل کے سامنے زمین پہ فرش بچھایا گیا۔ صدر میں بادشاہ اپنے فوجی افسروں کے جھرمٹ میں بیٹھا تھا جو سب ہتھیار بند تھے۔ اُس کے دائیں طرف علماء کی صفیں تھیں جن کے پیچ میں مفتی اعظم حاکم شرع بیٹھے تھے۔ مفتی صاحب نے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں؟ حضرت نے جواب دیا الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔ مفتی نے سوال کیا کیا آپ حنفی ہیں؟ حضرت نے جواب دیا ہاں! میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں۔ مفتی نے پوچھا کیا آپ گانا سننے ہیں؟ حضرت نے جواب دیا ہاں میں گانا سنتا ہوں۔۔۔۔۔ مفتی صاحب نے کہا کوئی دلیل اس طرح گانا سننے کے جواز میں آپ کے پاس ہے؟ حضرت نے فرمایا بخاری شریف میں صحیح حدیث موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت نے وہ حدیث پڑھی جس کا مطلب خواجہ سید محمد امام نے مجھے بتایا کہ حضرت نے یہ حدیث پڑھی ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے مدینے کے انصار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر گارہی تھیں اور حضرت اُن کا گانا سن رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں

آگئے اور انہوں نے لڑکیوں کو گانے بجانے سے روکا۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان لڑکیوں کو گانے بجانے سے نہ روکو آج ان کا عید کا دن ہے اور ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔ یہ حدیث سنکر مفتی اعظم نے کہا "تو اب حدیث چہ کار تو کہ مشرب ابوحنیفہ داری قول ابوحنیفہ بیار" ترجمہ:- تم کو رسول کی حدیث سے کیا واسطہ تم حنفی ہو اور ابوحنیفہ کا مشرب رکھتے ہو تو ابوحنیفہ کا قول دلیل میں پیش کرو۔

حضرت نے جواب دیا۔ سبحان اللہ! من کہ قول رسول می آرم تو می گوئی کہ قول اُمتی بیار؟ ابوحنیفہ کہ بود کہ من قول ابوہمقابہ قول رسول می آرم؟ ترجمہ:- سبحان اللہ! میں رسول اللہ کا قول پیش کرتا ہوں اور تم ایک اُمتی کا قول مانگتے ہو۔ ابوحنیفہ کون تھے جن کا قول رسول کے مقابلے میں پیش کروں۔ جو قوم رسول کے قول کے مقابلے میں ایک اُمتی کا قول مانگتی ہے وہ اس سے نہیں ڈرتی کہ وہ قوم جلا وطن ہو جائے اور قحط میں مبتلا ہو اور شہر برباد و ویران ہو جائے۔

یہ سنکر مفتی اعظم اور شیخ زادہ فرحام نے بادشاہ اور حاضرین کو اشتعال دلانے کے لئے کہا خدا کی پناہ! اس شخص نے حامی شریعت اور ناصر فقہ حنفی بادشاہ کی موجودگی میں امام ابوحنیفہ کی توہین کی ہے اور کہتا ہے ابوحنیفہ کون تھے حالانکہ ابھی اس نے کہا تھا کہ میں حنفی ہوں اور امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں۔ مفتی اعظم کی حکمت کارگر ہوئی اور جتنے علماء اُس کے ساتھ تھے اُن سب نے بگڑ بگڑ کر غصے کے لہجے میں کہنا شروع کیا اس نے امام کی توہین کی ہے اور مجلس میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں یہ شخص مجرم ہے۔ یہ شخص گستاخ ہے۔

کتاب "انوار اولیاء" ص ۲۹۶، ص ۲۹۸

ور ذکر خواجہ نظام الدین اولیاء، مؤلفہ مسید رئیس احمد جعفری ندوی
مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔

(۴) حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۶۱ ہجری، وفات ۷۲۸ ہجری) آپ عالم جلیل اور مجاہد کبیر تھے۔ زہد و تقویٰ، علم و فضل اور شجاعت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک رُوح کا فرگری کے ہاتھوں ستائے گئے اور بالآخر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے قید خانہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ اس اجمال کی تفصیل ہمیں علامہ محمد بن شاکر قطبی کی مشہور کتاب "فوات الوفيات" صفحہ ۳۹ و ۴۰ سے یوں ملتی ہے کہ علماء و فقراءِ زمانہ نے یہ خیال کر کے کہ امام ابن تیمیہ ہمارے طریقہ کے خلاف چلتا اور ہماری جماعت کو توڑتا ہے۔ ان لوگوں نے آپ کا معاملہ متفقہً کوشش سے حُکام تک پہنچایا اور ہر ایک نے اپنی فکر آپ کے کفر میں چلائی اور محض نامے تیار کر کے عوام کو بھڑکایا کہ انکو اکابر کے پاس جلد لے جائیں۔ آخر آپ دیا مصر یہ کے دربارِ حکومت میں پیش کئے گئے اور جاتے ہی قید خانے میں ڈال دیئے گئے اور باندھے گئے۔ گوشہ نشین فقراء اور مدارس کے علماء وغیرہ ہر قسم کے لوگوں نے آپ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے مجاہدینِ عمل قائم کیں۔ شیخ الاسلام کے مضامین یہیں تک ختم نہیں ہو گئے بلکہ اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے کئی آزمائشوں میں سے آپ کو گزرنا پڑا اور آخر بھر ایک ابتلاء میں سے دوسرے ابتلاء سے دوچار ہونا پڑا یہاں تک کہ آپ کا معاملہ ایک قاضی کے سپرد ہوا جس نے آپ کو قید میں رکھنے ہی کا فیصلہ دیا یہاں تک کہ قضائے الہی نے قید خانے سے خدا کی آغوشِ رحمت اور جنت میں آپ کو پہنچا دیا۔

"تاریخ اہل حدیث" صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ از مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
 ناشر: اسلامی پبلشنگ کمپنی اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔
 طبع اول ۱۹۵۳ء۔

مرض الموت میں وزیرِ مشفق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے مجھے معاف کر دیا جائے۔ چونکہ امام موصوف یہ سب آزمائشیں محض خدا کے لئے جھیل رہے تھے اس لئے آپ نے جواب میں فرمایا میں نے تم کو بھی اور ان تمام لوگوں کو بھی معاف کیا جنہوں نے مجھ سے دشمنی کی۔ میرے مخالفین کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں حق پر ہوں۔ میں نے شاہِ وقت

ملک ناصر کو بھی معاف کیا جس نے مجھے قید کر رکھا ہے کہ اُس کا یہ فعل اغیار کے بہکائے کے سبب وقوع میں آیا۔ اللہ اللہ! حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسیہ سے کیسے کیسے رحیم و کریم اور شفیق و مہربان شاگرد پیدا کئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(۵) حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۲۵ ہجری)

مشہور عالم بزرگ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ آپ ہی کے شاگرد اور مرید باصفائے آپ کو محفل سماع منعقد کرنے کی پاداش میں کھلم کھلا کافر کہا گیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی کھال کھینچی گئی اور آپ قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔

”مولانا روم“ از امتیاز محمد خان ص ۱۵۱، ناشر: فیروز سنز لاہور
”قاموس المشاہیر“ جلد دوم ص ۲۳، ص ۲۴۔

(۶) حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۰۴ ہجری، وفات ۶۷۲ ہجری)

سلسلہ جلالیہ کے بانی ہیں جو روم، شام، مصر، عراق اور عرب وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ جو مقبول خاص و عام ہے آپ ہی کی مبارک تصنیف ہے۔ دنیائے اسلام کی یہ بابرہ ناز شخصیت بھی روح کافرگری کی بلغار سے بچ نہ سکی حتیٰ کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ جو شخص اُن کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

(ہفت روزہ خورشید“ سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۶ کالم ۲)

آٹھویں صدی ہجری

(۱) حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۶۹۱ ہجری، وفات ۷۵۱ ہجری)

آپ نامور مصنف اور ممتاز متکلم اسلام گزشتہ ہیں۔ آپ کی سوانح میں لکھا ہے:-
”آپ کو بھی امام ابن تیمیہؒ کی طرح بہت ایذا دی گئی۔ ایک اونٹ پر سوار کے شہر میں پھرایا گیا۔ بدن اقدس پر دُور سے مارے جاتے تھے پھر استاذ مکرم کے ساتھ اسی قلعہ میں بند کر دیا گیا۔ مجرم یہ تھا کہ آپ حضرت ابراہیم خلیلؑ کی

قبر کی زیارت کے لئے شہر رحیل کے قائل نہ تھے۔

”حیات حافظ ابن قیم“ ص ۱۰۷

{ تصنیف عبد العظیم عبدالسلام مشرف الدین پروفیسر قاہرہ یونیورسٹی
ترجمہ غلام احمد حریری ایم۔ اے۔ }

(۲) حضرت تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۷۲۷ ہجری، وفات ۸۱۷ ہجری)
آپ جیسے بزرگ صوفی، کامل، فقیہ، مؤرخ، ادیب پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا جیسا کہ
”الیواقیت والجوہر“ جلد ۱ ص ۱۵ پر مذکور ہے۔

نویں صدی ہجری

(۱) حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۸۱۷ ہجری، وفات ۸۹۸ ہجری)
علوم عقلیہ و نقلیہ میں بڑے باہر اور جامع اور عارف کامل تھے۔ آپ کی مولفات بہت
ہیں جن میں شرح کافیہ اور شرح نقایہ مختصر الوقایہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کو بھی کفر
کے امتحان میں ڈالا گیا۔

(ہفت روزہ ”خورشید“ سندیلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۷ کالم ۳)

(۲) حضرت سید محمد جوئی پوری رحمۃ اللہ علیہ بانی فرقہ مہدویہ (ولادت ۸۴۷ ہجری
وفات ۹۰۲ ہجری)

مشہور ولی کامل تھے جنہوں نے مہدئی دوراں ہونے کا دعویٰ فرمایا جس پر علمائے
ظواہر کی طرف سے آپ پر فتویٰ کفر لگایا گیا۔
مولانا ابوالکلام آزاد ”تذکرہ“ میں لکھتے ہیں:-

”اُس زمانہ میں مہدوی فرقہ کا نیا نیا چرچا ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور علماء
دربار کے لئے اسی فرقہ کے قتل و سلب اور تکفیر و تضلیل کا مشغلہ سب سے
زیادہ دلپسند اور کامیاب مشغلہ تھا۔ ان لوگوں کو ہر زمانے میں اپنی وابستگی
و حکمرانی کے لئے فرقہ آرائی اور جنگ و قتالِ مسلمین کا کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور ملنا

چاہیئے۔ اُس وقت کے مناسب حال اس سے بڑھ کر اور کوئی مشغلہ نہیں ہو سکتا تھا یہ فرقہ سید محمد جو نیپوریؒ کی طرف منسوب ہے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی ہونے کے مدعی تھے۔

”حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے۔ بعض خواطر و واردات ان پر ایسے گزرے ہیں کہ اُن کے درک و فہم میں درماندہ و عاجز رہ گئے اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکے میں پڑ گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعویٰ کیا۔ حضرت مجدد صاحبؒ اور مرزا مظہر جان جاناؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ علماء حق کا تو یہ حال تھا مگر علمائے دین نے اس جماعت کے استیصال پر بکر باندھی اور سید محمد کی نسبت اعتقاد مہدویت و غیرہ کو بنیاد تکفیر قرار دیا۔“
(”تذکرہ“ ص ۴۲ تا ص ۶ تلخیصاً)

(۳) حضرت شیخ علائی رحمۃ اللہ علیہ (شہادت ۹۵۵ ہجری)

مہدوی طریقے کو بنگال کے مشہور عالم شیخ علائیؒ کے ذریعہ بہت فروغ ہوا اور ہزاروں لوگوں نے اس فرقہ کے عقائد اختیار کر لئے۔ مہدوی عقائد کے متعلق شرعی فیصلہ کرنے کے لئے علماء کی ایک مجلس منعقد کی گئی لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اُس زمانے میں سلیم شاہ عکراں تھا اور اُس کے دربار میں مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری کو بڑا رسوخ حاصل تھا۔ مخدوم الملک نے شیخ علائیؒ کے قتل کا فتویٰ دیا اور پھر آپ کو کورے مروا کر شہید کرادیا۔
”رود کوثر“ ص ۲۶ تا ص ۲۹ از شیخ محمد اکرام ایم۔ اے {
طبع سوم، ناشر: فیروز سنز لاہور۔

”منتخب التواریخ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم الملک نے حضرت شیخ علائیؒ کے واجب القتل ہونے کے مقدمات یوں ترتیب دئے ہیں :-

”اِس مبتدع دعویٰ مہدویت نے کند و مہدی خود پادشاہِ روئے زمین خواہ شد و چوں سرخروج دارد واجب القتل است۔“ (”منتخب التواریخ“)

جلد اول ص ۶ بحوالہ "تذکرہ" از مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۸

دسویں صدی ہجری

(۱) حضرت احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ بھی رُوحِ کافر گری کی تہدہ ہو گئے۔ فیروز تغلق نے آپ کی شطھیات کی بناء پر بموجب فتویٰ علمائے دہلی شہید کرادیا۔

("آپ کوثر" مصنفہ شیخ محمد اکرام صاحب ص ۲۹۸ حاشیہ)

(۲) حضرت صوفی بانیہ سرحدی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۳۲ ہجری، وفات ۹۸۰ ہجری)

آپ کا شمار سرحد کے قدیم صوفیاء میں سے ہوتا ہے۔ آپ جب اپنے اصولوں کی تبلیغ کے لئے پہلی بار پشاور تشریف لائے تو آپ کو گمراہ، بے دین اور بے شرع قرار دیا گیا۔

{ تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۱۲۹، از اعجاز الحق قدوسی }
{ ناشر: مرکزی اردو بورڈ لاہور }

گیارہویں صدی ہجری

(۱) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۷۱ ہجری، وفات ۱۰۳۴ ہجری)

آپ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد تھے جنہوں نے زبان و قلم سے بدعتوں کا قلع قمع کرنے کا مسلسل جہاد کیا۔ آپ کے مکتوبات جو کلام و تصوف کے اسرار و رموز کا قیمتی خزانہ ہیں بھی مثال آپ ہیں۔

حضرت مجدد کو اشاعتِ حق اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں جن امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ان میں نمایاں ترین ابتلاء اور امتحان یہ تھا کہ علمائے زمانہ نے جہانگیر کے دربار میں مخبری کی کہ سرہند کا ایک مشائخ زادہ ایسے دعوے کرتا ہے جن سے کفر لازم آتا ہے۔

"خرینۃ الاصفیاء" میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض علماء نے آپ کے قتل کا فتویٰ بھی

دیا تھا اور آپ کے خلاف ملک میں ایک عام شورش پیدا کر دی گئی اور آپ نے بادشاہ کے فرمان پر تقریباً ایک سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہ کر پھر سے سنت یوسفی کو تازہ کر دیا۔

”رود کوثر“ ص ۲۲۲ تا ص ۲۲۶ اشاعت سوم
 { از شیخ محمد اکرام ایم۔ اے، شائع کردہ فیروز سنز لاہور }

(۲) حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰۰۲ ہجری، شہادت ۱۰۷۰ ہجری)
 آپ آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ جوانی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔
 آپ اپنے تخلص سرمد کے نام سے مشہور ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں ایران سے ہندوستان
 آئے۔ یہاں جذب و جنون طاری ہوا اور عریاں پھرنے لگے۔ سرمد کی مشہور رباعی ہے ۵

”ہر کس کہ سر حقیقتش باورش شد

او پہن تراز سپہر نہاں در شد

ملا گوید کہ برفلک شد احمد

سرمد گوید بہ احمد در شد“

”تذکرۃ الخیال“ میں ہے کہ اس رباعی پر آپ کو کافر قرار دیا گیا کہ معراج حبیبانی
 سے منکر ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے قرار داد جرم میں اُس وقت اضافہ ہوا جب علماء
 نے آپ سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا مگر سرمد نے ”لا اِلهَ“ سے زیادہ نہ پڑھا اور
 کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا جب پہنچوں گا تو
 اِلَّا اللہ بھی کہوں گا۔ علمائے ظواہر نے فتویٰ دیا کہ فقط لا اِلهَ کہنا کفر ہے اگر سرمد
 توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو محبت الہی میں فانی تھے
 اپنے مسلک سے منحرف ہونے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ دوسرے روز مسجد جامع کے سامنے
 مقتل میں لے جائے گئے جلا دسا منے آیا تو ذیل کا شعر پڑھ کر اپنی گردن دی سے

شورے شد و از خواب عدم دیدہ کشودیم

دیدیم کہ باقی است شب فتنہ غنودیم

(رود کوثر ص ۳۹، ص ۳۹۱ و قاموس المشاعر جلد اول ص ۲۸۸، ص ۲۸۹)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کے دردناک واقعہ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”اسلام کے اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں فقہاء کا قلم ہمیشہ تیغ بے نیام رہا ہے اور ہزاروں حق پرستوں کا خون اُن کے فتوؤں کا دام گیر ہے۔ اسلام کی تاریخ کو خواہ کہیں سے پڑھو مگر سینکڑوں مثالیں کہتی ہیں کہ بادشاہ جب خونریزی پہ آتا تھا تو دارالافتاء کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ و لولہ یکساں طور پر کام کرتے تھے۔ صوفیاء اور ارباب وطن پر منحصر نہیں علمائے شریعت میں سے بھی جو نکتہ ہیں اسرارِ حقیقت کے قریب ہوئے فقہاء کے ہاتھوں انہیں مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور بالآخر سردے کر نجات پائی۔ سرد بھی اسی تیغ کا شہید ہے۔“

”مشاہیر اسلام“ جلد اول ص ۱۵۱
 { ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤ الدین پنجاب }

(۳) حضرت محمد بن ابراہیم شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۵۰۰ ہجری)
 یہ بزرگ بھی جو فلسفیانہ مسائل پر کمال دستگاہ رکھتے اور عام فہم اسلوبِ تحریر اختیار کرنے میں اپنی نظیر آپ تھے محض اس ”جرم“ کی پاداش میں کافر قرار پائے کہ آپ کا طرزِ تحریر عام فہم اور سلیس تھا۔
 (”حکمائے اسلام“ حصہ دوم ص ۳۱۵ مولفہ عبدالسلام ندوی)

بارہویں صدی ہجری

(۱) حضرت معصوم علی شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۱۵ ہجری)
 آپ حضرت سید علی رضا دکنی کے مرید اور خلیفہ تھے اور طبقہ صوفیاء میں ایک نئے فرقہ کے بانی بھی۔ آپ کے اور آپ کے فرقہ کے خلاف تکفیر کی ذہنیت نے جو مظاہرہ کیا وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ علماءِ ظواہر نے علی مراد خاں بادشاہ کے پاس

عوضداشت بھیجی کہ یہ فرقہ اسلام اور سلطنت دونوں کا غدار ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا اس فرقہ کے بڑے بڑے لوگوں کے ناک اور کان کاٹ ڈالے جائیں اور اسکے تمام پیروؤں کی ڈاڑھیاں مونڈ دی جائیں۔ اس سردارِ شاہی پر حضرت معصوم علی شاہ میرؒ نہایت بے دردی سے شہید کر دئے گئے۔

(قاموس المشاہیر“ جلد ۲ ص ۲۲۲)

(۲) حضرت حکیم الملّت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۲ ہجری

وفات ۱۱۷۱ ہجری)

بارھویں صدی کے مُسلّمہ مُجدّد تھے۔ آپ ”پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سرزمین ہندوستان میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اس کے بعد ترجمہ شُرّان کی بنیاد پڑی۔۔۔ اگر غور کیا جائے تو یہ امتِ مُسلّمہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔۔۔ لیکن اُس زمانہ کے علماء اُصول بجائے آپ کے ممنون احسان ہونے اور ہمت افزائی کرنے کے آپ کے مخالف بن گئے اور عوام میں آپ کے خلاف شورش برپا کر دی کہ اس طرح یہ شخص لوگوں میں گمراہی پھیلانا چاہتا ہے۔ قرآن کا ترجمہ پڑھ کر لوگ بھٹک جائیں گے۔ اس نے دینِ اسلام میں ایک زبردست بدعت کی بنا ڈالی ہے۔ سلفِ صالحین نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ایسا مجرم اور بدعتِ سیئہ کا مرتکب واجبِ اُقتل ہے وغیرہ وغیرہ۔ مخالفین نے آپ کے اس فعلِ حسن کو محض اپنے عناد اور دشمنی کی بناء پر عجب رنگ چڑھایا۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے خلاف ورغایا اور تمام شہر میں اس کے خلاف پراپیگنڈا کیا حتیٰ کہ ایک مرتبہ عصر کے وقت جب شاہ صاحبِ مسجد فتحپوری سے نکل رہے تھے تو ان معاندین نے چند غنڈوں کو ہمراہ لے کر آپ کو گھیر لیا لیکن آپ کسی طرح بچ کر نکل گئے۔ اس کے بعد یہ مخالفت آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑتی گئی۔

اور آج یہ کیفیت ہے کہ ہم اسی کار نمایاں پر آپ کو ہدیہ تحسین پیش کر رہے ہیں۔“

{ دیباچہ ”البلاغ المبین“ ص ۱۸، ص ۱۹
ناشر: ادارہ تعمیر و تبلیغ دیوبند }

(۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۰ ہجری، وفات ۱۱۹۵ ہجری)

آپ مشہور صوفی اور شاعر تھے۔ آپ نے ترک دنیا کر کے تصوف اور شعرو ادب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ آپ کا شمار زبان اردو کے عظیم محسنوں میں ہوتا ہے۔ رُوح تکفیر کا انتقام آپ کی شہادت پر منتج ہوا اور گولی لگتے ہی آپ کی رُوح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

(رُود کوثر ص ۶۳۷)

(۴) حضرت محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۱۵ ہجری، وفات ۱۲۰۹ ہجری) آپ نجد کے عظیم دینی مصلح، انقلاب انگیز عابد و پاب تخریب کے دینی راہنما اور پیشوا تھے۔ قیام سنت و توحید میں آپ کے دینی سفر کے ہمیشہ اسلام کی مذہبی تاریخ میں آپ زمرہ سے لکھے جانے کے قابل ہیں مگر افسوس کا فرگر ذہنیت نے اس بطل جلیل کو بھی کافروں کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ حضرت محمد بن عبدالوہاب کے خلاف حرم شریف کے مفتی و امام السید احمد بن زینی کا فتویٰ ”الدر المنبہۃ فی الرد علی الوہابیۃ“ میں درج ہے۔

{ ”وہابی مذہب کی حقیقت“ مؤلفہ مولانا محمد عبید اللہ قادری
ناشر: قادری کتب خانہ سیالکوٹ ص ۲۱-۲۲ }

تیرھویں صدی ہجری

(۱) حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۰۱ ہجری،

شہادت ۱۲۴۶ ہجری -)

(۲) حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۹۶ ہجری،

شہادت ۱۲۴۶ ہجری)

یہ دونوں بزرگ جو عجب وقت تھے بالاکوٹ کی سرزمین میں آسودہ خواب ہیں۔ مولانا مسعود عالم صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں:-

” قریب تھا کہ سارا پنجاب و سرحد اسلامی نور سے جگمگانے لگتا اور ایک مرتبہ پھر خلافت راشدہ کا ٹکلی نمونہ دنیا کے سامنے آجاتا۔۔۔۔۔ علمائے سود اور قبر پرستوں نے مجاہدین اُمت پر کفر کے فتوے لگائے۔ خوانین نے اپنے مُرشد اور محسن سے غداری کی نتیجہ یہ ہوا کہ سید شہید نے بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مولانا اسماعیل شہید بھی دلی مُراد پا گئے۔۔۔۔۔ ایک طرف ان نفوسِ قدسیہ کی یہ قربانیاں اور فداکاریاں ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کے ”قدر شناس“ مسلمانوں کی طرف سے تکفیر و تفسیق کا صد سالہ لڑچر جو بدایوں سے لے کر مدراں تک پھیلا یا گیا اور اب تک پھیلا یا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ بد نصیبی یہ ہے کہ بد بختوں نے آج تک اللہ کے ان بندوں کو معاف نہیں کیا۔ مشہد بالاکوٹ کو آج سو برس سے اوپر ہو چکے ہیں مگر ان پاک ارواح پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری ہے۔ لے

لے حضرت مولانا اسماعیل شہید پر ایک فتویٰ:-

” اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور نہ اس کے ارتداد میں اور اس کے مددگاروں کے کفر میں اور ارتداد میں بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور جو اس کے کفر اور ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔“ (کتاب ”بھونچال برلشکر و جمال“ ص ۲۸ ماخوذ از بیعت روزہ ”خورشید“ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۵)

تقویر تو اے چرخ گرداں تقو
بالاکوٹ کی تربت میں آرام کرنے والو! تم پر اللہ کی رحمت اور
سلام!

”ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک“ صفحہ ۳۸ تا ۴۰
شائع کردہ مکتبہ نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ - ۱۹۵۲ء

(۳) حضرت مولوی عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۳۰ ہجری،
وفات ۱۲۹۸ ہجری)

آپ زہد و تقویٰ میں بے مثل بزرگ تھے اور توحید و سنت کی تبلیغ اور
مشرک و بدعت کی تردید میں شمشیر برہنہ تھے اور اسی لئے روج کافرگری کے ہاتھوں ایک
لبے عرصے تک مصائب و آلام سے دوچار رہے۔ جلاوطن ہوئے۔ امیر دوست محمد خان الی
کابل کے وقت میں ٹلا مشکی اور ٹلا نصر اللہ نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا۔ بعد ازاں محمد فضل
خاں اور محمد اعظم خاں کی مرضی سے علماء نے آپ کو ڈرے مارنے اور گدھے پر سوار کر کے
شہر میں پھرانے کا فتویٰ صادر کیا۔ اس تشہیر اور زور و کوب سے فارغ ہوئے تو آپ کو
بیٹوں سمیت قید خانہ میں ڈال دیا گیا مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک تقویٰ کی
باریک راہوں پر گامزن رہے اور کتاب و سنت کی تبلیغ کو شعار بنائے رکھا۔

(تاریخ الہدیت از مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی ص ۴۴۵ تا ۴۴۷)

(۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۴۸ ہجری،
وفات ۱۲۹۷ ہجری)

آپ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم الشان
دینی و علمی درس گاہ کے بانی تھے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں سے آپ نے کامیاب مناظرے
کئے جس سے پورے برصغیر میں آپ کی دھوم مچ گئی۔ نہایت بلند پایہ لٹریچر آپ نے
یاوگار چھوڑا جس میں سے ”تحدیر الناس“ کا مرتبہ علم کلام کی تاریخ میں نہایت بلند
ہے مگر یہی کتاب تکفیر بازی کی جنوں خیز ذہنیت کو مشتعل کرنے کا موجب بن گئی اور اسی

کی بناء پر علمائے حریمین شریفین نے آپ پر گفر کا فتویٰ لگایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

”... تَذْرِیہ نَذْرِیہ میں دہلوی کی طرف منسوب اور قاسمیہ قاسم نا تووی کی طرف منسوب جس کی تَذْرِیہ التَّاسِ ہے اور اُس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے :-

”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی

نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“

..... یہ طائفے سب کے سب کافرو مرتد ہیں باجماع امت اسلام

سے خارج ہیں“

(”حُسامُ الْحَرَمِیْنِ عَلٰی مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمِیْنِ“ ص ۱۱۳)

اس فتویٰ پر مگر معظمہ کے بیس اور مدینہ طیبہ کے بیس علماء کرام و مفتیانِ عظام نے اپنی مہر میں ثبت کیں۔

خاتمہ کلام

گوشہ تیرہ صدیوں کے اُن مقربانِ درگاہِ الہی کا مختصر اور اجمالی ذکر کرنے کے بعد جو کافر گمراہی کی ذہنیت کے امتحان میں مُبتلا کئے گئے اور اپنے مال، عزت و آبرو بلکہ خون کی قربانی دے کر عشقِ الہی کے مقدّس اور پاکیزہ درخت کو سینچتے رہے۔ ہم اس مقالہ کو حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ کے ایک پُر معارف ارشادِ مبارک پر ختم کرتے ہیں۔ فرمایا:-

”عجیب بات یہ ہے کہ جتنے اہل اللہ گزرے ان میں کوئی بھی تکفیر سے نہیں بچا۔ کیسے کیسے مقدّس اور صاحبِ برکات تھے۔۔۔۔۔ یہ تو کفر بھی مبارک ہے جو ہمیشہ اولیاء اور خدا تعالیٰ کے مقدّس لوگوں کے حصّہ میں ہی آتا رہا ہے۔“

(اخبارِ الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ